

علم التوحید

علم التوحید ایک 'مركب اضافی' ہے۔ علم کے دو معانی ہیں:

(i) الاعتقاد الجازم المطابق للواقع عن دلیل
”ایسا پختہ اعتقاد جو حقیقت حال کے مطابق اور مبنی بر دلیل ہو۔“

(ii) إدراك الشيء على حقيقته
”کسی شے کا مبنی بر حقیقت إدراک“

(iii) إدراکه كما هو عليه مثلاً: فاعلم أنه لا إله إلا الله

”کسی امر کا ایسا إدراک جیسا کہ درحقیقت وہ ہے۔“ جیسا کہ اللہ کی وحدانیت کا علم

چنانچہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہی ہے اور یہ عقیدہ پختہ بھی ہے جو نفس امر کے موافق بھی ہے۔ کیونکہ خارج میں اللہ ایک ہی ہے، زیادہ نہیں اور یہ عقیدہ دلیل کی بنیاد پر بھی ہے جس کے متعدد عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔

جو عقیدہ پختہ ہو، لیکن نفس امر کے مخالف ہو، وہ عقیدہ فاسد ہے جیسے عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث۔ یہ عقیدہ عیسائیوں کا پختہ عقیدہ تو ہے، لیکن یہ نفس امر کے مطابق نہیں، کیونکہ اللہ 'مُحَدَّث' (بعد میں وجود میں آنے والا) اور محتاج نہیں ہو سکتا جبکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام 'محدث' تھے کہ ان کا وجود پہلے نہیں تھا، بعد میں آیا۔ اسی طرح وہ محتاج بھی تھے چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَأَنَّا يَأْكُلُ الطَّعَامَ﴾ (المائدة: ۷۵)

”مسح بن مریم صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں اور اس کی والدہ نہایت سچی عورت تھیں دونوں (ماں بیٹا) کھانا کھانے والے تھے، لہذا عقیدہ تثلیث

عیسائیوں کے ہاں اگرچہ پختہ عقیدہ ہے، لیکن امر واقع کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہایت باطل اور فاسد عقیدہ ہے۔“

① غلبہِ ظن کو بھی علم کہتے ہیں جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾ (الممتحنہ: ۱۰)

یہاں کسی عورت کے مؤمن ہونے کے متعلق غلبہِ ظن تو ہو سکتا ہے، علم یقینی نہیں، کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کی بات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ گویا جس طرح ’علم یقین‘ حجت بنتا ہے اور معتبر ہوتا ہے، اسی طرح شرعی احکام میں غلبہِ ظن بھی معتبر ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

الغرض اعتقادِ جازم اور غلبہِ ظن دونوں شریعت میں حجت ہیں۔

توحید: واحد کے ہم معنی ہے یعنی اللہ کو ایک ماننا اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔

علم التوحید: مذکورہ بالا تفصیلات کے پیش نظر اس کی تعریف یوں ہوئی:

هو إثبات ذات الله سبحانه وتعالى مع نفي مشابهتها للذوات وعدم

تعطيلها عن الصفات ووجوب إفرادها بالعبادات

تعريف میں شامل ہر نکتے کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اثبات ذات الله: یعنی وجودِ باری تعالیٰ کا اقرار کرنا۔

نفي مشابهتها للذوات: یعنی اللہ خالق ہے باقی سب مخلوقات، اور خالق مخلوق کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

وعدم تعطيلها عن الصفات: صفات کو اسی طرح ماننا جیسے قرآن و سنت میں وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی سے بچنا۔

ووجوب إفرادها بالعبادات: کسی بھی قسم کی عبادت خواہ وہ قولی ہو جیسے دعا، خواہ بدنی

ہو جیسے کسی کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خواہ مالی عبادات مثلاً نذر و نیاز، ان کو اللہ تعالیٰ

وحدہ لا شریک کے لئے ہی خاص ماننا

انسان سب سے پہلے توحید کا مکلف ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کی باری بعد میں

آتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے عقیدہ کو درست کرنا ضروری ہے۔ لہذا مشرک کو نماز سے محض نکالیں مارنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے ۲۳ سال میں سے ۱۳ سال عقیدے کی درستگی پر لگائے اور باقی سارا دین مدینہ منورہ میں ۱۰ سال میں پورا ہو گیا۔

چار شرطوں کے پائے جانے سے انسان مکلف بنتا ہے:

① عقل

② بلوغت: اور بلوغت کا علم مندرجہ ذیل چیزوں سے حاصل ہوتا ہے، احتلام، عمر اور زیر ناف بالوں کا آگنا، اسی طرح عورت کے لیے حیض آنا۔

③ بلوغ دعوت یعنی دعوت توحید کا پہنچنا

④ سلامة إحدى الحاستین یعنی کان اور آنکھوں میں سے کسی ایک کے صحیح اور کارآمد ہونے سے بھی انسان توحید کا مکلف بن جاتا ہے۔

ان شرطوں کے پائے جانے سے انسان علم التوحید کا مکلف بن جاتا ہے۔

علم توحید کے دیگر نام

اس علم کو عقیدہ، علم اصول الدین یا الفقه الاکبر، بھی کہتے ہیں۔

اس علم کی فضیلت

(i) موضوع کے اعتبار سے یہ علم افضل العلوم ہے، کیونکہ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اسماء، اُلُوہیت اور عبودیت وغیرہ ہے۔

(ii) غرض و غایت کے اعتبار سے بھی یہ علم سب سے افضل علم ہے، کیونکہ علم التوحید کی غرض و غایت یہ ہے:

”معرفة الحق بالأدلة القطعية والفوز بالسعادة الأبدية“

”یعنی حق تعالیٰ کو یقینی اور قطعی دلائل سے پہچاننا اور آخرت کی دائمی سعادت حاصل کرنا۔“

بندوں پر سب سے پہلا فریضہ عقیدہ توحید کی معرفت ہے جیسا کہ مسند احمد، سنن داری، موطا، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی وغیرہ میں مروی ہے کہ جب معاذ کو نبی اکرم ﷺ نے یمن

کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا:

« فليكن أول ماتدعوهم إليه شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله فإن هم أجابوا لذلك فقل لهم: إن الله افترض عليهم خمس صلوات في اليوم والليلة..... »

نبی کریم ﷺ کا دعوت توحید کو مقدم رکھنے کا حکم اس کی افضلیت پر دلالت ہے۔

(iv) جتنے بھی رسول آئے، جتنی بھی آسمانی کتابیں ہیں، سب کا اصل مقصد توحید کو قائم کرنا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ کی تمام نصوص پانچ مضامین سے خارج نہیں اور ان پانچوں کا تعلق توحید سے ہے۔ وہ پانچ چیزیں درج ذیل ہیں:

(ا) بعض آیات و احادیث اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء و صفات کو بیان کرتی ہیں اور یہ توحید نظری ہے۔

(ب) بعض نصوص اللہ کی عبادت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہئے اور یہ توحید عملی ہے۔

(ج) بعض نصوص اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں مثلاً اقيموا الصلوة، اتوا الزكوة، لا تقربوا الزنا وغیرہ۔ یہ لوازم توحید اور مقتضیات توحید ہیں یعنی جب تم توحید باری تعالیٰ کو مانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو بھی مانو۔

(د) بعض نصوص جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر کرتی ہیں۔ اس کا تعلق بھی توحید سے ہے، کیونکہ جنت میں صرف توحید والے ہی جائیں گے مشرک تو جنت میں جائے گا نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (المائدة: ۷۲)

”یقین مانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔“

(ه) بعض نصوص میں جہنم اور دیگر راؤں کا ذکر ہے۔ ان نصوص کا تعلق بھی توحید سے ہے، کیونکہ یہ سزائیں توحید سے انکار کرنے والے مشرکوں کے لیے ہیں۔

اس علم کا حکم

اس کی دو صورتیں ہیں:

- ① اس کو علی الاجمال سیکھنا سب مسلمانوں پر فرض ہے یعنی ہر شخص کو علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اور وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور ہر چیز میں تصرف کرنا اللہ ہی کا حق ہے اور یہ بھی علم ہونا چاہئے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ہے، مدبر بھی وہی ہے، رازق و داتا بھی وہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کمال کے ساتھ موصوف اور ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور رسولوں کے بارے میں یہ علم ہونا چاہئے کہ وہ اللہ کے فرستادہ ہیں اور وہ اپنی دعوت میں سچے ہیں جو اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کلام کرتے ہیں۔
- ② تفصیلی طور پر اس علم کو سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ یعنی مسلمانوں میں سے اگر اتنے لوگ اس علم کو سیکھ لیں کہ مسلم معاشرے کی ضرورت پوری ہو جائے تو یہ فرض دیگر مسلمانوں سے ساقط ہو جائے گا۔

توحید کی اقسام

توحید کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

① توحید فی الإثبات والمعرفة

② توحید فی القصد والطلب

① توحید فی الإثبات والمعرفة (توحید نظری)

اس کی آگے دو قسمیں ہیں:

(i) توحید ربوبیت (ii) توحید اسماء وصفات

② توحید فی القصد والطلب (توحید عملی و طلبی)

توحید الربوبیت اور توحید فی العبادة بھی اس کے نام ہیں۔

الغرض توحید کی کل تین قسمیں ہوں گی:

① توحید ربوبیت ② توحید اسماء و صفات ③ توحید الوہیت

① توحید ربوبیت

تعریف: الاعتقاد الجازم بوجود الله سبحانه وتعالى وأنه خالق كل شيء ومدبره والمتصرف فيه

”یعنی اس بات کا پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور وہ ہر چیز کا خالق و مالک اور تدبیر کرنے والا اور ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے۔“

منقولہ دلائل سے قطع نظر اللہ تعالیٰ کے وجود کے عقلی دلائل بے شمار ہیں:

- ① اربوں انسانوں کی شکلوں کا مختلف ہونا اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہے۔
- ② مختلف بولیاں اور لغات اللہ تعالیٰ کے وجود پر دال ہیں کہ بچہ بغیر کسی کتب میں پڑھنے کے اپنی مادری زبان سیکھ جاتا ہے۔

③ جانوروں کا دودھ اور خون آپس میں نہیں ملتا۔ یہ معمل الہی (اللہ کا کارخانہ) ہے۔

④ بے شمار قسم کے پھل اور درخت پودے وغیرہ سب ایک ہی مٹی اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں، لیکن ذائقے اور شکلیں مختلف ہیں: وفي كل شيء له آية تدل على أنه واحد ”ہر چیز اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہے۔“

(مدارج السالکین از ابن قیم: ۱/۴۰۷)

⑤ مختلف جانوروں کے گوشت کے ذائقے الگ الگ ہیں۔

⑥ صحیح بخاری میں ہے کہ انسان کھاتا منہ سے اور پیتا بھی منہ سے، لیکن دونوں کا مخرج مختلف ہے۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۵۹۸/۸) یہ بھی اللہ کے وجود کی نشانی و دلیل ہے۔

چند ہریوں کے سوا توحید ربوبیت کو سب مانتے ہیں، حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی مانتے تھے:

﴿وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ (لقمان: ۲۵)

”اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں و زمین کا خالق کون ہے تو یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔“

گویا توحید ربوبیت تو انسانی فطرت میں داخل ہے، اس لیے پیغمبروں کی بعثت سے اصل

مقصود توحید ربوبیت نہ تھی بلکہ توحید الوہیت اصل مقصود تھی۔ اور مشرک اسی کو کہا جاتا ہے جو اللہ کو تو مانتا ہو، لیکن ساتھ ہی دوسروں کو بھی شریک کرتا ہو۔

۲ توحید اسماء و صفات

”ہو اثبات أسماء اللہ تعالیٰ و صفاتہ إثباتاً بلا تشبیہ و تنزیہاً بلا تعطیل“
 ”اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو ویسے ماننا (جیسے قرآن و سنت میں آئے ہیں یعنی ہر صفت کمال اللہ کے لائق ہے اور وہ ہر نقص سے پاک ہے) لیکن یہ اثبات بغیر تشبیہ کے اور نقائص سے منزہ قرار دینا بلا تعطیل کے ہونا چاہئے۔“

اللہ تعالیٰ کی صفات کی ماہیت، کیفیت، حقیقت صرف اللہ جل جلالہ کے علم میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کی ماہیت، کیفیت اور حقیقت بھی صرف اللہ ہی کے علم میں ہے۔

دلیل: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

”اللہ کے مثل کوئی نہیں، اور وہ سب سے بصیر ہے۔“

اس آیت میں تمثیل و تشبیہ اور تعطیل دونوں کی نفی ہو گئی، مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ میں نقص ہے۔ معاذ اللہ تو ہر نقص سے پاک ہے۔

۳ توحید قصد و طلب

اس سے مراد توحید الوہیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ اور ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کرنا توحید الوہیت (توحید القصد و الطلب) کہلاتا ہے۔

عبادت کی کئی قسمیں ہیں:

۳۱ بدنی

۳۲ مالی

۱ قولی

قولی: اب اگر کوئی شخص کہے یا علی مدد تو گویا اس نے قولی عبادت میں علی کو اللہ کا شریک

بنایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الحج: ۱۸)

”یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

بدنی: اسی طرح اگر کوئی شخص بدنی عبادت میں اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو وہ بھی مشرک ہے مثلاً کوئی علی ہجویری کے دربار پر ماتھا ٹیکے، رکوع کرے، ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑا ہو تو یہ عملی عبادت میں اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

مالی: اسی طرح اگر کوئی شخص نذر حسین دینا ہے تو گویا وہ مالی عبادت میں اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اسی طرح قبروں پر دیکھیں چڑھانا غیر اللہ کے نام کی گیارھویں دینا، جعفر صادق کے کوٹھڑے بھرنا بھی مالی عبادت میں خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک بنانا ہے۔ اصل مقصود یہی توحید (توحید الہیت) ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور تمام آسمانی کتابیں توحید الہیت کی خاطر آئیں اور قرآن و سنت میں توحید ربوبیت صرف توحید الہیت سمجھا۔ کے وسیلے کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔ مثلاً

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(البقرة: ۲۲)

”وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرض اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، تو باوجود یہ جاننے کے تم اللہ تعالیٰ کے شریک نہ بناؤ۔“

الغرض کائنات کی تخلیق کا مقصد توحید الہیت ہے رسول اکرم ﷺ کی ذات تخلیق کائنات کا مقصود نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

مصادر توحید

یہ تین ہیں:

① قرآن کریم ② سنت مطہرہ ③ اجماع امت (اجماع سلف)

① نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں وہ تمام عقائد و اعمال بیان کر دیئے جن کی انسانوں کو ضرورت تھی اور جو عقائد و اعمال آپ نے بیان نہیں کیے، ان کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کے کئی دلائل ہیں:

① رسول اکرم ﷺ کی رسالت ہدایت اور نور پر مشتمل ہے اور نور و ہدایت اللہ تعالیٰ کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اس لیے رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے اور عقائد کی خوب وضاحت فرمائی ہے تاکہ امت مسلمہ آسمانی کے ساتھ عقیدہ توحید کی روشنی سے منور ہو سکے اور کوئی چیز ہدایت اور نور تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ اس میں کوئی چیز مخفی نہ ہو۔

② رسول اللہ ﷺ نے امت کے لیے چھوٹے سے لے کر بڑے مسائل سب بیان کیے ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے بول و براز جیسے مسائل بھی واضح کیے ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں:

”قال بعض المشركين وهو يستهزئ أُنِي لأُرى صاحبكم يعلمكم حتى الخراءة قلت أجل أمرنا أن لا نستقبل القبلة ولا نستنجي بأيماننا ولا نكتفي بدون ثلاثة أحجار ليس فيها رجيع ولا عظم“ (مشکوٰۃ، ص ۴۴)

”کسی مشرک نے استہزا اور مذاق کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا نبی تو تمہیں ہر چیز سکھلاتا ہے یہاں تک کہ بول و براز اور قضاء حاجت کے مسائل بھی، تو حضرت مسلمان نے کہا ہاں واقعی ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف متوجہ نہ ہوں اور انہوں نے ہمیں دائیں ہاتھ کے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء کرتے ہوئے تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے سے بھی روکا ہے اور گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے جب کہ چھوٹے چھوٹے مسائل کو ترک نہیں کیا تو عقیدہ توحید تو دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ عقائد کی وضاحت کو آپ کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ میں تین خصلتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو ہر چیز کو واضح طور پر بیان کرنے کا تقاضا کرتی ہیں وہ خصلتیں یہ ہیں کہ آپ ﷺ:

① ساری مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا علم رکھنے والے تھے۔

② تمام مخلوق سے بڑھ کر فصیح و بلیغ تھے۔

۳ مخلوقات سے بڑھ کر اپنی امت کے خیر خواہ تھے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایک واضح دین کے راستے پر چھوڑا ہے جس کی راتیں بھی دنوں کی طرح جگمگاتی ہیں اور اس دین کے عقائد و اعمال میں کوئی تاریکی اور اندھیرا نہیں پایا جاتا۔ اس دین کو چھوڑ کر وہی شخص ہلاک ہوتا ہے جو بد قسمت ہو۔ ایسے دین کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے عقائد و اعمال میں فلاسفہ، متکلمین اور دیگر گمراہ فرقوں کے پیچھے چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

توحیدِ اسماء و صفات میں خرابی کر نیوالے فرقے

اسماء و صفات میں مشہور گمراہ فرقے پانچ ہیں:

- ① قدریہ ② رافضیہ ③ جہمیہ ④ خوارج ⑤ کرامیہ

① قدریہ

اس کا بانی ایک عیسائی 'سوسن' تھا۔ وہ معبد جہنمی سے ملا اور اسے یہ عقیدہ دیا کہ کسی بھی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ کو اس کا علم نہیں ہوتا اور تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ بصرہ کا رہنے والا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ یحییٰ بن یحمر کہتے ہیں:

”معبد جہنمی پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں تقدیر کا قول اختیار کیا میں اور حمید بن عبد الرحمن حمیری حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تو ہم نے کہا وہاں اگر ہماری ملاقات کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان قدریہ کے بارہ میں سوال کریں گے۔ اتفاق سے وہاں ہماری ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہو گئی جب کہ وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم دونوں میں سے ایک ان کے دائیں اور دوسرا بائیں جانب ہو گیا۔ میں سمجھا کہ میرا ساتھی مجھے ہی بولنے کا موقع دے گا تو میں نے کہا اے ابوعبد الرحمن! ہمارے ہاں بصرہ میں کچھ ایسے لوگ نمودار ہو رہے ہیں جو قرآن کریم پڑھتے ہیں اور علم کے طلب گار ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی تقدیر مقرر نہیں کی اور ہر چیز نوپید ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا: جب آپ ان لوگوں سے ملیں تو ان سے کہنا میں ایسے لوگوں سے بری ہوں اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اللہ

تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اگر ان قدریہ میں کسی کے پاس احد پہاڑ کی بقدر سونا ہو اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ بھی کر دے تو تقدیر پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ مشہور حدیث بیان کی جو حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر کوئی سفر کے آثار بھی نہ تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے لگا کر اور آپ کے رانوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور سوال کیا اے محمد ﷺ! مجھے ایمان کے بارہ میں بتائیں۔ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، اور آخرت پر ایمان لانا ہے اور اچھی بری تقدیر پر بھی.....“ (صحیح مسلم: ۱۷/۲۷)

حجاج بن یوسف کو جب پتہ چلا تو اُس نے معبد کو گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور سولی دے دی، لیکن اس کے بعد غیلان دمشق نے یہ عقیدہ پھیلا نا شروع کر دیا۔ اس کو عبدالملک بن مروان نے گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی چڑھا دیا اور پھر آگ میں جلا دیا۔ لیکن اس کے بعد اس نظریہ کا علم واصل بن عطا غزال نے اٹھایا، لیکن اس نے تھوڑی سی ترمیم کر لی کہ اللہ تعالیٰ اشیا کو ان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے جانتا ہے اور یہ بھی کہ خیر کا خالق تو اللہ ہے، لیکن شر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں۔ گویا قدریہ دو طرح کے ہو گئے:

(۱) قدریہ غلاة: یہ غیلان دمشق کی ہلاکت سے ختم ہو گئے۔

(۲) قدریہ معتزلہ: واصل بن عطا سے اس فرقہ کی ابتدا ہوئی جو معتزلہ کا بانی ہے۔ اس کے نظریات کو عمرو بن عبید معتزلی نے بڑے زور و شور سے پھیلایا۔

قدریہ معتزلہ نے اپنے خود ساختہ تصورات کو متعارف کرانے کے لئے پانچ اصول بنائے جن کے نام تو بظاہر اہل سنت والے رکھے، لیکن ان کی تعبیر خود ساختہ کی۔ مزید برآں معتزلہ نے اپنا نام بھی اہل العدل والتوحید رکھا جیسا کہ آج کل لوگ اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ لیتے ہیں، لیکن ساتھ ہی شرک و بدعت میں بھی مبتلا رہتے ہیں۔

قدریہ معتزلہ کے اصول خمسہ فاسدہ جن پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی اور ان

کے ذریعہ سے اسلام کے ارکان کو گرانے کی کوشش کی:

- ① توحید ② عدل
③ منزلة بين المنزلتين ④ انفاذ الوعيد
⑤ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

① توحید: سے ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا جائے۔ اور اس کی دلیل یہ دی کہ صفات ماننے سے اللہ تعالیٰ کا جسم لازم آئے گا، کیونکہ مخلوق بھی صفات کے ساتھ متصف ہے اور اس سے مخلوق کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی حالانکہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے، لہذا اللہ کی صفات ہی نہیں ہیں، ان کا یہ نظریہ فاسد اور باطل ہے۔ صفات کا انکار دراصل توحید اسماء و صفات کا انکار ہے۔ حالانکہ اہل السنۃ والجماعہ اللہ عزوجل کی صفات کو کیفیت کی تفصیل میں جائے بغیر مانتے ہیں، لہذا اس سے جسم ہونا لازم نہیں آتا۔

② عدل: اللہ تعالیٰ نے صرف خیر کو پیدا کیا ہے، شر کو اللہ نے پیدا نہیں کیا بلکہ شر مخلوق کی تخلیق ہے۔ اس موضوع پر اہل السنۃ کے ابو اہلحق اسفرائینی اور عبد الجبار معتزلی کا مناظرہ ہو گیا:

عبد الجبار: سبحان من تنزه عن الفحشاء
”اللہ تعالیٰ شر کو پیدا کرنے سے پاک ہے۔“

ابو اہلحق: سبحان من لا يقع في ملكه إلا ما شاء
”اللہ تعالیٰ پاک ہے جس کی بادشاہت میں کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر واقع نہیں ہوتی خواہ وہ خیر ہو یا شر۔“

عبد الجبار: أفريد أن يعصى؟

”کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے؟“

ابو اہلحق: أفيعصى ربنا مكرها؟

”ہمارا رب تعالیٰ نافرمان کی نافرمانی میں مجبور تو نہیں ہے۔“

عبد الجبار: مجھے بتلائیے اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ہدایت کو روک لے اور میری ہلاکت کا فیصلہ کر

دے تو کیا یہ فیصلہ اچھا ہو گا یا برا؟

ابو اخط: جس چیز کو اللہ تعالیٰ تجھ سے روکتا ہے اگر تو وہ تیری ملکیت میں ہے تو یہ فیصلہ برا ہو، لیکن اگر وہ چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے اور واقعی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک ہے تو اللہ جو چاہے کرے (وہ صاحب اختیار ہے)۔ اس پر عبد الجبار لا جواب ہو گیا۔

معتزلہ کو یہ مغالطہ اس بنا پر لاحق ہوا کہ انہوں نے ارادہ کو نیہ قدریہ اور ارادہ دینیہ شرعیہ کو ایک ہی کر دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ارادہ کو نیہ قدریہ کے اعتبار سے شر کے بھی خالق ہیں اور ارادہ شرعیہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتے۔ واضح رہے کہ ارادہ دینیہ شرعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلوب و مقصود ہے جبکہ ارادہ کو نیہ قدریہ میں اللہ کی پسند و رضا کا ہونا ضروری نہیں۔ گویا معتزلہ نے ارادہ کو نیہ کا انکار کر دیا اور صرف شرعیہ کو مانا جب کہ صوفیا نے ارادہ دینیہ شرعیہ کو لغو کر دیا اور ارادہ کو نیہ قدریہ کے تحت ہر چیز کو اللہ کا محبوب بنا دیا۔

ارادہ دینیہ شرعیہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کو شامل ہے جب کہ ارادہ کو نیہ قدریہ خیر و شر ہر چیز کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے۔ بعض چیزوں میں اللہ کے دونوں ارادے جمع ہو جاتے ہیں جیسے مومن کا ایمان لانا

اور بعض چیزوں میں صرف ارادہ کو نیہ قدریہ آتا ہے جیسے کافر کا کفر کرنا
بعض چیزوں میں ارادہ شرعیہ آتا ہے جیسے کافر کا ایمان لے آنا۔

⑤ المنزلة بین المنزلتین: معتزلہ کے اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کبیرہ گناہ کرتا ہے تو وہ ایمان سے نکل جاتا ہے، لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ ایمان و کفر کے درمیان ہوتا ہے۔

خارج بھی یہی کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نکل جاتا ہے، لیکن ان میں اور معتزلہ میں فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک وہ کفر میں داخل ہو جاتا ہے، جبکہ معتزلہ اس کو کفر میں داخل نہیں سمجھتے۔ لیکن نتیجہ اور آخرت کے اعتبار سے دونوں کا نظریہ برابر ہے کہ وہ دائمی جہنمی ہو گا۔ جب کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ نہ تو ایمان سے نکلتا ہے اور نہ ہی مخلد فی النار ہو گا، بلکہ ارتکاب کبیرہ سے اس کے ایمان میں نقص اور کمی لاحق ہو جاتی ہے۔

⑤ انفاذ الوعدہ: وعید کا نفاذ کرنا اللہ پر لازمی ہے یعنی کسی مرتکب کبیرہ کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کر سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ ہر مجرم کو عذاب ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں کرے گا تو وعدہ خلافی لازم آئے گی۔
دو اعتبار سے معتزلہ کا یہ نظریہ بھی غلط ہے:

① اس وعید اور عذاب کو اللہ تعالیٰ نے عدم مغفرت کے ساتھ معلق کیا ہے کہ اگر معاف نہیں کروں گا تو پھر عذاب دوں گا، جیسا کہ گناہ سے توبہ کرنے والے کو وعید شامل نہیں ہے۔ لہذا اللہ کے وعدہ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

② نیز وعدہ اور وعید میں فرق ہے۔ وعدہ کی مخالفت تو مذموم ہے، لیکن وعید کی مخالفت تو قابل تعریف اور اکرام و احسان میں داخل ہے۔ اس کی دلیل یہ شعر ہے:

وإني إن أوعدته أو وعدته
لمخلف إيعادي و منجز موعدي

”میں اگر کسی کو وعید سناؤں یا اس سے وعدہ کروں تو وعید کو چھوڑ دیتا ہوں، لیکن اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہوں۔“

یعنی انعام کا اعلان وعدہ ہوتا ہے اور سزا کا اعلان وعید کہلاتا ہے اور وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہے جب کہ وعید کو چھوڑنا ممدوح ہے۔

⑤ الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: اس خود ساختہ اصول سے ان کے نزدیک مزایہ یہ ہے کہ ظالم حکمران کے خلاف تلواریں لے کر نکلتا اور اس سے لڑنا ضروری ہے۔

معتزلہ کے پھیلاؤ کے اسباب

② چرب زبانی

① حکمرانوں سے تعلقات

③ باہم شدت تعاون

③ فصاحت و بلاغت

② رافضہ

تشیع میں غلو کرنے والوں کو 'روافض' کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: روافض کی وجہ تسمیہ کے بارے میں درج ذیل تین اقوال ہیں:

① پہلا قول:

حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے انہیں روافض (انکار کرنے والے) کہا جاتا ہے۔ لرفضهم خلافة الشيخين

② دوسرا قول:

دین چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ روافض کہلاتے ہیں۔ لرفضهم الدين یعنی یہ بظاہر تو دین کے دعوے دار ہیں، لیکن درحقیقت حقیقی اسلام سے بہت دور ہیں۔ روافض نے خود ساختہ دین بنایا ہوا ہے اور توحید کو نظر انداز کر کے یہ شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

③ تیسرا قول:

زید بن علی بن حسین بن علی دوسری صدی ہجری میں بنو امیہ کے خلاف لڑنے کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا اگر آپ شیخین کو گالیاں دیں گے اور ان سے براءت کا اظہار کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ معاذ اللہ میں ایسا نہیں کر سکتا تو یہ الگ ہو گئے تو زید نے فرمایا: أرفضتموني

”کیا تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا“ اس سے انہیں ’رفضہ‘ کہا گیا۔

یمن کا رہنے والا عبداللہ بن سبا یہودی دور عمر میں تو ذرۃ فاروقی سے ڈرتا تھا، لیکن دور عثمانی میں اُن کی نرمی کی وجہ سے اس کو موقع مل گیا۔ یمن سے حجاز آ کر اس نے اسلام کا دعویٰ کر دیا اور غلط عقائد پھیلانے شروع کر دیئے۔ اس نے یہ نظریات پھیلا دیئے کہ

① رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد حضرت علیؑ کی خلافت کی وصیت کی تھی۔

② ابن ملجم نے حضرت علیؑ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ (معاذ اللہ) شیطان کو قتل کیا تھا جو علیؑ کی صورت میں آیا تھا۔

③ علیؑ میں اُلوہیت کا جز پایا جاتا ہے لہذا وہ قیامت کے نزدیک لوٹ کر آئیں گے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیں گے۔

گویا اس طرح ابن سبا نے شیعوں کو گمراہ کیا جیسے پولس نے عیسائیوں کو گمراہ کیا اس نے کہا:

- ① مجھے عیسیٰ علیہ السلام ملے اور کہا کہ عیسائیت تمام لوگوں کا دین ہے۔
- ② مجھے وصیت کی ہے: الإله ثلاثة وثلاثة واحد وَهُمْ: أب، ابن وروح القدس یعنی خدا تین ہیں (اب، ابن، روح القدس) اور تین ملک کرا ایک ہے۔
- ③ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بن کر سولی چڑھ گئے ہیں۔
- ④ عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے جانے کے بعد زندہ ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب عرش پر بیٹھ گئے۔
- گویا جس طرح پولس نے عیسائیوں کو عیسائی بن کر گمراہ کیا، اسی طرح عبد اللہ بن سبائے مسلمان بن کر شیعوں کو گمراہ کیا۔

⑤ الجہمیۃ

یہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں جس کو سلم بن آحوز نے گرفتار کر کے قتل کر دیا تھا اور جہم نے یہ نظریات جعد بن درہم سے حاصل کئے تھے۔ گویا اصل میں یہ نظریات جعد کے تھے، لیکن جہمیہ کی نسبت جہم کی طرف اس لیے ہے کہ اس نے ان نظریات کا پرچار کیا۔ جعد کو خالد قسری نے گرفتار کیا اور عید الاضحیٰ کو خطبہ دیا اور کہا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا تَقْبِلَ اللَّهُ ضَحَايَاكُمْ فَإِنِّي مُضَحِّجٌ بِجَعْدِ بْنِ دَرْهَمٍ إِنَّهُ زَعَمَ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَتَّخِذْ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَلَمْ يَكَلِّمْ مُوسَى تَكْلِيمًا ثُمَّ نَزَلَ فَذَبِحَهُ“

”اے لوگو! تم جانوروں کی قربانی کرو اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیاں قبول کرے۔ میں تو جعد بن درہم کی قربانی کروں گا، کیونکہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل نہیں بنایا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی ہے پھر منبر سے اتر کر اسے ذبح کر دیا۔“

جہمیہ کے گمراہ کن نظریات

- ① نفی الصفات: یہ صفات الہی کی کلی طور پر نفی کرتے ہیں۔
- ② القول بالجبر ونفی الاختیار عن العبد: یعنی بندے کو کچھ اختیار نہیں، وہ مجبور

محض ہے۔ جو کچھ کرواتا ہے، اللہ ہی کرواتا ہے۔

۳) فناء الجنة والنار: یعنی جنت اور جہنم بھی آخر کار فنا ہو جائیں گے۔

۴) الإیمان معرفة فقط: یعنی ایمان فقط معرفت کا نام ہے۔

۵) الخروج بالسيف على أئمة الجور: یعنی ظالم حکمرانوں کے خلاف ہتھیاروں سے لڑنا واجب ہے۔

۴) الکرامیۃ

یہ محمد بن کرام بھستانی کی طرف منسوب ہیں۔ محمد بن کرام کو حکومت وقت نے آٹھ سال تک قید رکھا۔ اس نے بظاہر توبہ کر لی، لیکن جب آزاد ہوا تو پھر وہی نظریات پھیلانے شروع کر دیئے۔

گمراہ کن نظریات

① مجاوزة الحد في إثبات الصفات حتى شبهوه بخلقه: یعنی یہ صفات باری تعالیٰ کو ثابت کرنے میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی صفات بندوں کے مشابہ ہیں۔

② الإیمان هو النطق فقط: یعنی ایمان صرف اقرار کا نام ہے تصدیق اور عمل کی ضرورت نہیں۔ فقط کلمہ پڑھنے سے بندہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

③ جواز وضع الأحادیث في الترغيب والترهيب: دینی اعمال کی طرف لوگوں کو راغب کرنے اور اللہ سے ڈرانے کے لیے احادیث اپنے پاس سے وضع کرنا جائز ہیں۔ جیسا کہ امام عراقی اپنے الفیہ میں فرماتے ہیں

وجوز الوضع في الترغيب قوم ابن الكرام وفي الترهب
”کرامیہ فرقے نے ترغیب و ترہیب کے باب میں احادیث وضع کرنے کو جائز کر لیا ہے۔“

۵) خوارج

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؑ نے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت لینے کی کوشش کی، لیکن

ناکامی ہوئی، لہذا آپ نے بزورِ طاقت بیعت لینے کا ارادہ کیا اور اسی ہزار کا لشکر لے کر کوفہ سیشام چلے اور نخلیہ کے مقام پر مقیم ہو گئے۔ امیر معاویہ کو اس کا علم ہوا تو ساٹھ ہزار شامیوں کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے اور صفین کے میدان میں دریائے فرات کے ساحل پر ڈیرے لگا لیے، دونوں فوجوں میں امت کے خیر خواہ، علما، صلحا اور حفاظِ قرآن کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے مصالحت کی کوشش کی۔ اس وجہ سے تین ماہ تک لڑائی رکی رہی اور طرفین کے سفیروں کی آمد و رفت جاری رہی، لیکن مصالحت نہ ہو سکی۔ حضرت امیر معاویہؓ اس شرط پر بیعت کرنے کے لیے تیار تھے کہ قاتلین عثمان کو ان کے حوالے کر دیا جائے، لیکن یہ معاملہ بڑا پیچیدہ تھا، کیونکہ اس مطالبہ پر حضرت علیؓ کی فوج سے بیس ہزار آدمیوں نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا ہم سب قاتلین عثمان ہیں، اسی طرح مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اور جنگ شروع ہو گئی جس کا سلسلہ کئی مہینے تک جاری رہا، شامی لشکر نے عمرو بن عاص کے مشورے سے ایک عجیب کام کیا۔ صبح جب دونوں فوجیں مقابلے کے لیے نکلیں تو شامی نیزوں پر قرآن کریم اٹھائے ہوئے نکلے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے آؤ مل کر اس کا فیصلہ قبول کر لیں۔ یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی جس پر عراقیوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لیے۔ حضرت علیؓ نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ اگر آپ نے قرآن کو حکم تسلیم نہ کیا تو ہم آپ سے بھی جنگ کریں گے۔ مجبوراً حضرت علیؓ کو لڑائی بند کرنی پڑی۔

اب تجویز یہ پٹھری کہ طرفین سے ایک ایک نمائندہ بطور ثالث مقرر کیا جائے جو قرآن کریم کی رو سے اس جھگڑے کا فیصلہ کریں اور تا فیصلہ جنگ بند رہے گی اور یہ فیصلہ فریقین کے لیے واجب العمل ہو گا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری ثالث مقرر ہوئے۔ اس موقع پر ایک گروہ نے حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کر دی اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کو بڑے اصرار کے ساتھ ثالثی کے لیے آمادہ کیا تھا جب کہ حضرت علیؓ شروع میں ثالثی کے حق میں نہ تھے، لیکن ان لوگوں کے زور دینے پر

وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے، مگر اب یہی لوگ ”إن الحكم إلا لله“ فیصلہ تو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے کا نعرہ لگا کر حضرت علیؑ کی فوج سے الگ ہو گئے۔ اس گروہ کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور انہیں ’خارجی‘ کہا جاتا ہے، بعد میں ان لوگوں نے زور پکڑ لیا اور منظم تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ حضرت علیؑ کے استفسار پر ان لوگوں نے کہا، آپ نے اللہ کے حکم میں انسانوں کو ثالث بنا لیا ہے، اس لیے ہم نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں تو ثالثی کے خلاف تھا، تم لوگوں نے اصرار کر کے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اب جب کہ میں ثالثی کے عہد نامہ پر دستخط کر چکا ہوں تو تم مجھے اپنے عہد سے پھر جانے پر مجبور کرنے لگے ہو، میں ایسا نہیں کروں گا اور ثالثوں نے بھی قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس لیے انہیں ثالث ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، مگر خارجیوں نے کہا ثالثی قبول کرنا کفر ہے، اگر ہم نے آپ کو ثالثی قبول کرنے کی تجویز دی تھی تو ہم نے گناہ کیا تھا اب ہم اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں، اگر آپ بھی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کر لیں تب ہم آپ کا ساتھ دیں گے، ورنہ آپ کے خلاف بھی جہاد کریں گے۔ حضرت علیؑ نے انہیں بہت سمجھایا، لیکن وہ اپنی ضد پر مصر رہے اور حضرت علیؑ کی مخالفت شروع کر دی اور اس کے بعد خارجیوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔

خوارج کے نظریات

- ① حضرت علیؑ اور امیر معاویہؓ کو کافر کہنا
- ② مرتکب کبیرہ پر کفر کا فتویٰ لگانا اور اسے مظلوم فی النار کہنا
- ③ الخروج بالسيف على أئمة الجور یعنی ظالم حکمرانوں کے خلاف ہتھیار لے کر لڑنا